آہ!! شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

از قلم: بلال احمد بانکوی

متعلم تکمیل افتاء دارالعلوم دیوبند

شب شنبہ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ کی پہلی تاریخ تھی، تقریباً عشاء کی نماز ختم ہوچکی تھی، کہ یکا یک مسجد قدیم کے مائک سے یہ آواز آئی اور زمانہ کی ستم گری نے ہمیں یہ جاں گسل، روح فرساں خبر سنائی کہ ایشیاء کی عظیم یونیورسٹی، عالم اسلام کا نیر تاباں، امت محمدیہ کا معجز نما آبدار موتی از ہر ہند دارالعلوم دیوبند کے محدث جلیل عالم ربانی، فقیہ وقت، اعظم گڑھ کے مایہ ناز سپوت حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی، اور یوں دار فانی سے دارالسرور کو سدھار گئے، اس طرح علمی دنیا کے ایک طویل عہد کا خاتمہ ہوگیا۔

اس صاعقہ غم انگیز خبر کو اچانک سن کر دل میں تھرتھراہٹ، استعجاب واضطراب کی کیفیت طاری ہوگئی جیسے کسی نے نہ صرف میرا بلکہ پوری امت مسلمہ کا اثاثۂ حیات لوٹ لیا ہو، اور قلب میں ایسے خیالات واحساسات موجزن ہونے لگے کہ اس کی تعبیر کے لئے الفاظ کے خزانے میں کوئی موزوں لفظ موجود نہیں، ان کی سادگی، درس وتدریس کا جنون، انداز غضب، طرز درس، عام لباس، تراش خراش اور لباس میں تکلف سے ان کی بے نیازی، ان کی آواز، یہ تمام ہی حافظے کے کینوس پر اس طرح متلاطم موجوں کی طرح ابھرنے لگے جیسے کہ یہ سبھی کچھ ابھی روبہ عمل ہورہے ہوں۔

حضرت شیخ ثانی صاحبؒ اپنے عظیم اسلاف کی یادگار، اور انہی کی طرح دینی غیرت واستقامت، تدریسی صلاحیت، احسانی کیفیت اور تعلق مع اللہ کے باب میں بھی مثالی عالم کے رتبے پر فائز تھے، اخلاص واحتساب اور سلوک وعرفان اور مقبول دعاؤں کے حوالے سے بھی دارالعلوم کے اساتذہ وطلبہ ہی کے معاشرے میں نہیں بلکہ ان کے علاوہ میں بھی متعارف تھے، آپ کی دعاؤں کو عوام و خواص قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ طلبہ کے علاوہ اساتذہ دارالعلوم بھی آپ سے اہم امور میں دعاؤں کی درخواست کرتے تھے، حتی کہ تبلیغی اجتماع وغیرہ میں بھی بہت سی مرتبہ محض دعا کرانے کے لئے شرکت کرتے تھے۔

حضرت شیخ ثانیؒ دراز قد، سرخ بہ مائل سیاہ رنگ، کشادہ پیشانی، متوسط آنکھیں، متوازن الجسم، گھنی ڈاڑھی والے، ذہین فطرت، خداداد صلاحیتوں کے مالک، ذی استعداد عالم دین، عبقریٔ زمانہ، نابغۂ روزگار شخصیت میں سے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے مایہ ناز شاگرد محدث جلیل روح الامین بنگلا دیشی نے اپنی کتاب ''الکلام المفید'' میں ان کی عبقریت ونابغیت کا تذکرہ کرتے ہوئے کچھ اس طرح رقمطراز ہے ''**هو عالم كبيرٌ ذكي فطين ورع زاهدٌ وله في التدريس مزيةٌ قلما يفوت عنه حديث لايبين فيه شيئا من الفوائد والتوضيح**''.

پیدائش اور تعلیم وتربیت:

صلاحیت وعظمت، علم وحلم، عفت وعصمت، صلاح وتقویٰ، زہد ورع کے اس پیکر مجسم نے، رجب المرجب بروز دوشنبہ ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۸ء کو جگ دیش پور ضلع اعظم گڑھ میں آنکھیں کھولیں، تعلیم کی ابتداء اپنے گاؤں ہی کے ایک مکتب سے کی، اس کے بعد بیت العلوم سرائے میر میں داخل ہوئے، اور فارسی وعربی کی مختلف کتابوں کی تعلیم حاصل کی، پھر دارالعلوم مئو میں داخل ہوکر سالِ ہفتم تک کی تعلیم مکمل کی اور اعلیٰ تعلیم کی تشنگی دور کرنے کے لئے اس میخانہ کا رخ کیا جس کی بنیاد خود ساقی کوثر نے رکھی، اور ۱۹۴۸ء میں

دارالعلوم دیوبند کے دورۂ حدیث شریف میں باضابطہ شرکت کرکے آپ نے شیخ الاسلامؒ سے بخاری، ترمذی نصف اول، پڑھی اور ترمذی نصف ثانی، شمائل سنن ابی داؤد کا درس علامہ ابراہیم بلیاویؒ سے حاصل کیا، سنن نسائی، مؤطا امام مالکؒ اور شرح معانی الآثار علامہ فخرالحسن مرادآبادی سے پڑھی، جب کہ شیخ ظہور احمد صاحب دیوبندی سے انھوں نے سنن ابن ماجہ کا درس لیا، اور شیخ جلیل احمد سے مؤطاء امام محمد کا درس لیا، پھر اس طرح انھوں نے ۱۹۴۹ء میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔ آپ کو ان باکمال اساتذہ سے شرف تلمذ کے ساتھ ساتھ دیگر ممتاز محدثین سے بھی اجازت حدیث حاصل تھی، ان میں سب سے نمایاں نام محدث کبیر حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ کا ہے، جنھوں نے ان کو صحاح ستہ اور اوائل سعید بن سنبل کی اجازت دی، ان کے علاوہ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ سے بھی اجازت حدیث حاصل تھی۔ آپ زمانۂ طالب علمی میں ممتاز تلامذہ میں سے تھے، تکرار و مطالعہ سے کافی شغف رکھتے تھے۔

مسند درس وتدریس:

اس طرح متعدد علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے بعد، تدریسی میدان میں قدم رکھا، اور مختلف مقامات پر تدریسی خدمات انجام دئے، سولہ سال تک سرزمین بنارس میں درس دیا، دریں اثناء صوبہ جھارکھنڈ سے متعلق ضلع گریڈیہہ کے ایک گاؤں ''کول ڈیہا'' میں واقع مدرسہ حسینیہ میں بھی تقریباً ۹/ ماہ درس دیا، کچھ عرصہ دارالعلوم مئو میں بھی قیام پذیر رہے اس کے بعد، ۱۹۸۲ء میں باتفاق ارباب شوریٰ آپ کو دارالعلوم دیوبند میں بخاری شریف کے درس کے لئے منتخب کیا گیا، اور اسی وقت سے تادم حیات مسلسل پابندی سے بخاری شریف جلد ثانی کا درس دیتے رہے۔

انداز درس:

آپ کا درس حضرت مدنی علیہ الرحمہ کے درس سے ہم آہنگ تھا، حضرت مدنی کی مجاہدانہ شان، آپ کے درس ''بخاری شریف جلد ثانی کتاب المغازی'' میں اکثر وبیشتر نمایاں ہوتے، آپ کی درسی تقریر اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ آپ جہاد نبوی کو سامنے رکھ کر خلاف شرع بات پر عدم اتفاق کی تلقین کر رہے ہیں۔

آپ درس کیا دیتے تھے بلکہ در آب دار لٹاتے تھے، بڑے سے بڑے اشکال کو مختصر لفظوں میں رفع کر دیتے تھے، آپ کا درس مثل آئینہ ہوتا تھا، جس میں سنت نبویﷺ کی صورت دکھائی دیتی تھی، جب کسی غزوے پر روشنی ڈالتے تو یوں محسوس ہوتا کہ وہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں، جب کسی مقام کی تعیین وتشخیص کرتے تو ایسا لگتا کہ ہماری نظریں اُن کو دیکھ رہی ہیں۔ آپ کا انداز درس اتنا نرالہ، شستہ وشگفتہ تھا کہ آپ کے دہن مبارک سے الفاظ نکلتے اور ہمارے ذہن ودماغ میں مرتسم ہوتے چلے جاتے۔

تدریس سے انہماک:

حضرت شیخ صاحب کی زندگی میں درس وتدریس اس طرح رچ بس گئی تھی جیسے گلاب میں خوشبو اور تاروں میں روشنی۔ دوران درس فرماتے تھے کہ میں نے اپنی زندگی میں تدریس کے علاوہ کوئی مشغلہ نہیں اپنایا، اور میری خواہش یہی ہے کہ اسی طرح پڑھاتے پڑھاتے محبوب حقیقی سے جاملوں، یہی وجہ ہے کہ اپنی ضعف اور پیرانی سالی کے باوجود درس کا اہتمام فرماتے، چل نہیں سکتے تھے لیکن ''وہیل چیئر'' پر سوار ہوکر دارالحدیث تشریف لاتے، اور درس دیتے تھے، بخاری شریف کے ساتھ ساتھ تکمیل افتاء میں شرح الاشباہ والنظائر کا درس بھی آپ سے متعلق تھا، اور نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ درس دیتے تھے۔

یادگار علمی:

حضرت شیخ ثانیؒ نے کسی موضوع پر کوئی مستقل تصنیف نہیں چھوڑی، لیکن برصغیر اور دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے ہزاروں شاگرد چھوڑے ہیں، جن میں علماء، مبلغین، مصنفین، فقہاء، اصحاب افتاء اور زندگی کے مختلف زمروں سے متعلق افراد موجود ہیں، جو حضرت کی صدقۂ جاریہ کے لئے نفع بخش کتابوں سے کچھ کم نہیں ہیں، تاہم بخاری شریف پر کچھ حضرت نے تعلیق کی ہے، جس کے بارے میں ابھی چند دنوں قبل ہم طلبۂ افتاء سے فرمارہے تھے کہ کوئی اس کی تبییض کردیتا تو بہتر ہوتا۔

یادگار روحانی:

حضرت نے جب سے تعلیم مکمل کی اور درس وتدریس کا آغاز کیا اُسی وقت سے بے شمار تشنگانِ علوم نے اُن سے سیرابی حاصل کی، خود دارالعلوم دیوبند کے اندر حضرت نے تقریباً ۳۴؍سال تک بخاری شریف کا درس دیا جس سے فیض حاصل کرنے والے طلباء کی ایک کثیر تعداد ہے۔ جس کو قید اعداد وشمار میں لانا ایک مشکل امر ہے، راقم الحروف نے بھی نہ صرف یہ کہ دورۂ حدیث شریف کے درس بخاری شریف میں زانوئے تلمذ تہ کیا بلکہ سالِ رواں تکمیل افتاء میں شرح الاشباہ والنظائر کا درس انہی سے حاصل کررہا تھا۔

یادگار نسبی:

آپ نے اپنی حیات مستعار میں تین شادیاں کیں، پہلی شادی ضلع اعظم گڑھ 'پھولپور' سے قریب ''بسیا'' گاؤں میں کی، جن سے دو بیٹیاں ''سیدہ اور انیسہ'' ہیں اور ایک بیٹا ''عبدالحکیم'' ہے جو اس وقت ممبئی میں مقیم ہے، دوسری شادی ''نندوا'' گاؤں میں کی، جس سے ایک لڑکی ''امت اللہ'' ہے، بالترتیب ان دونوں کے انتقال کے بعد تیسری شادی یوپی کے مشہور شہر، بنارس میں کی، جن سے چھ بیٹے ہیں عبدالبر، عبدالتواب، عبدالمنعم، عبدالمتعال، عبدالمقتدر اور سب سے چھوٹے ''احمد'' ہیں، اول الذکر قابل قدر عالم بھی ہیں۔

خدمت افتاء وقضاء:

حضرت شیخ صاحبؒ نے تدریسی خدمات کے علاوہ کچھ دنوں آپ نے فقہ وفتاویٰ سے متعلق خدمات بھی انجام دیں، جن کے کچھ فتاویٰ آج بھی ''رجسٹر نقول فتاویٰ'' میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ قضاء کے بھی فرائض انجام دئے ایک مرتبہ کسی دوران درس حدیث واقعہ بتارہے تھے کہ: کسی شخص نے رات کے اندھیرے میں آکر رشوت دے کر فیصلہ اپنے نام کرانا چاہا لیکن اس تاریکی میں بھی آپ نے خدا کو سامنے دیکھا اور اس کو ڈانٹ ڈپٹ کر نکال بھگایا۔ یہ واقعہ جہاں آپ کی قضاء وافتاء سے متعلق زندگی کو واشگاف کرتا ہے، وہیں آپ کی تقویٰ وطہارت، زہد وورع پر بھی شہادت دیتا ہے۔

غرض کہ حضرت شیخ عبدالحق صاحبؒ کی ذات گرامی مخزنِ علم وفن تھی، پوری ملت اسلامیہ کے لئے سرمایۂ ناز وافتخار شخصیت کا مقام رکھتی تھی، اُن کی ذات صرف ایک عالم ربانی، محدث جلیل ہی کی مقام نہیں بلکہ علم وعمل، فراست وبصیرت، جہاد وعزیمت، کے ایک روشن شاہکار کی حیثیت رکھتی تھی۔ ایسے میں غم مفارقت ایک ایسا زخم ہوگا جو بہت جلدی مندمل نہ ہوسکے گا بلکہ ایک قصۂ پارینہ بن کر پلکوں پلکوں اپنا سفر مکمل کرے گا۔ صدیاں ان کی کمی اور خلا کا احساس کریں گی۔ اخیر میں دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کو غریق رحمت سے نوازے۔ آمین

از قلم: بلال احمد بانکوی

متعلم تکمیل افتاء دارالعلوم دیوبند وایڈیٹر ہفت روزہ آئینۂ ایام بزم سجاد

(طلبۂ بہار، جھارکھنڈ، اڑیسہ ونیپال دارالعلوم دیوبند)